سوال

(59)جانوروں کو خصی کرنے کے مسئلے پر تحقیقی بحث

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حلال جانوروں کا خصی کرنا، گوشت کو لذیذ اور بہتر بنانے کی غرض سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس باب میں بڑا اختلاف ہے۔ ایک گروہ اسے مطلقاً ناجائز قرار دیتا ہے، خواہ حلال جانوروں کا خصی کرنا ہو یا حرام جانوروں کا۔ جبکہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ حلال جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے اور حرام جانوروں کا خصی کرنا منع ہے۔

فریق اول کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ (النساء: ۱۱۹)

''اور البتہ انہیں میں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔''

امام محی السنہ بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' میں فرماتے ہیں:

''قال عکرمة وجماعة من المفسرین: فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء والوشم وقطع الآذان حتی حرم بعضهم الخصاء'' انتھی مختصرا (معالم التنزیل ۲ ۲۸۹)

''عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس کا مطلب خصی کرنا، گودنا اور کان کاٹنا ہے، حتی کہ اسی لیے بعض نے خصی کرنا حرام قرار دیا ہے۔ ختم شد۔''

امام حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ قال ابن عباس: یعنی بذلک خصی الدواب، وکذا روي عن ابن عمر وأنس وسعید بن المسیب وعکرمة وأبی عیاض وقتادة وأبی صالح والثوري، وقد ورد فی الحدیث النھی عن ذلک'' انتھی (تفسیر ابن کثیر ۲ ۴۱۵)

''ابن عباس کے نزدیک اس آیت سے جانوروں کا خصی کرنا مراد ہے۔ ابن عمر، انس، سعید بن مسیب، عکرمہ، ابو عیاض، قتادہ، ابو صالح اور ثوری کی بھی یہی رائے ہے۔ نیز حدیث میں اس کی ممانعت بھی آئی ہے۔ ختم شد۔''

۲۔ ومنھا: ماأخرجہ البزار باسناد وقال الشوکانی: صحیح، عن ابن عباس ''أن النبی ﷺ نھی عن صبر الروح وعن إخصاء البھائم نھیا شدیدا۔'' (نیل الأوطار ۸/ ۱٦۷)

''دوسری دلیل حضرت ابن عباس کی حدیث ہے جسے امام بزار نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بقول شوکانی صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زندہ جانور کو باندھ کر مارنے اور جانوروں کو خصی کرنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔''

علامہ شوکانی نے اپنی کتاب ''نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار'' میں فرمایا ہے:

''فیہ دلیل علی تحریم خصی الحیوانات'' (مصدر سابق)

''اس میں جانوروں کے خصی کرنے کی حرمت کی دلیل ہے۔''

۳۔ ومنھا: ماأخرجہ الطحاوي في شرح معاني الآثار: ''حدثنا أبو خالد یزید بن سنان قال: ثنا أبو بکر الحنفی قال: ثنا عبداللہ بن نافع عن أبیہ عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ نھی أن یخصی الإبل والبقر والغنم والخیل، وکان عبداللہ بن عمر یقول: منھا نشأۃ الخلق ولا یصلح الإناث إلا بالذکور۔'' (شرح معانی الآثار ۵/ ۴۷۵)

''تیسری دلیل ابن عمر کی حدیث سے ہے، جسے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں، گایوں، بھیڑ، بکریوں اور گھوڑوں کے خصی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ افزایش نسل کا دار و مدار اسی پر ہے اور کوئی بھی مادہ نر کے بغیر اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتی۔''

۴۔ ومنھا ماأخرجہ الطحاوي أیضا: ''حدثنا محمد بن خزیمۃ قال: ثنا یحیٰ بن عبداللہ بن بکیر قال: ثنا مالک بن أنس عن نافع عن ابن عمر مثلہ، ولم یذکر النبی ﷺ۔'' (شرح معانی الآثار ۵/ ۴۷۵)

''چوتھی دلیل امام طحاوی ہی کی وہ روایت ہے جس میں صرف ابن عمر کا مذکورہ بالا قول نقل کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کا انتساب نہیں۔''

بعد ازاں امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فذھب قوم إلی ھذا، فقالوا: لا یحل إخصاء شيء من الفحول، واحتجوا في ذلک بھذا الحدیث، وبقول اللہ عزوجل: فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ قالوا: وھو الإخصاء'' انتھی (مصدر سابق)

''اسی بنا پر ایک جماعت نے نر جانوروں کو خصی کرنا حرام قرار دیا ہے۔ انھوں نے اس حدیث اور فرمان الٰہی فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے خصی کرنا مراد ہے۔''

۵۔ ومنھا: ماأخرجہ ابن أبي شیبۃ في مصنفہ: ''ثنا أسباط بن محمد وابن فضیل عن مطرف عن رجل عن ابن عباس قال: خصاء البھائم مثلۃ، ثم تلا: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ'' (مصنف ابن أبي شیبۃ ۷/ ۵۷۴)

''پانچویں دلیل: ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابن عباس کی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا مثلہ کے حکم میں ہے اور دلیل میں آیت وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ پیش کرتے ہیں۔''

وأخرج عبدالرزاق في مصنفہ في کتاب الحج عن مجاھد وعن شھر بن حوشب: ''الخصاء مثلۃ'' کذا في نصب الرایۃ في تخریج أحادیث الھدایۃ للإمام الحافظ المحقق جمال الدین الزیلعي۔ (نصب

الرایۃ۴ ۳۱۸)

''عبدالرزاق نے اپنی مصنف کے کتاب الحج میں مجاہد اور شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ خصی کرنا مثلہ ہے، جیسا کہ امام زیلعی کی ''نصب الرایہ'' میں مذکور ہے۔''

۶۔ ومنہا مافی الھدایۃ: ''قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا: الخصاء مثلۃ'' انتھی (الھدایۃ۴ ۸۷)

''ہدایہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ خصی کرنا مثلہ کرنے کے مترادف ہے۔ ختم شد۔''

ان دلیلوں کے جواب میں دوسرے فریق کا کہنا ہے کہ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ کی تفسیر میں جانوروں کے خصی کرنے کی بات کسی صحیح یا ضعیف روایت سے مرفوعاً ثابت نہیں۔ جہاں تک سلف صالحین کے اقوال کا تعلق ہے تو اس میں ایک جماعت نے اس کی تفسیر میں جانوروں کا خصی کرنا بتایا ہے، جبکہ مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، حسن بصری، قتادہ، حکم، سدی، ضحاک اور عطاء خراسانی، ایک روایت کے مطابق خود عبداللہ بن عباس اور سعید بن مسیب نے بھی خَلْقَ اللَّهِ سے اللہ کا دین مراد لیا ہے۔

چنانچہ امام محی السنہ رحمہ اللہ تفسیر معالم میں کہتے ہیں:

''قال ابن عباس والحسن ومجاھد وقتادۃ وسعید بن المسیب والضحاک: دین اللہ، نظیرہ قولہ تعالی: لاتبدیل لخلق اللہ أي دین اللہ، تحلیل الحرام وتحریم الحلال۔'' انتھی مختصرا (معالم التنزیل ۲۔ ۲۸۹)

''ابن عباس، حسن بصری، مجاہد، قتادہ، سعید بن المسیب اور ضحاک نے اس کی تفسیر دین اللہ سے کی ہے اور اس کی نظیر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ پیش کیا ہے اور'' خلق اللہ'' کا مطلب'' دین اللہ'' بتایا ہے، یعنی حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرانا۔ ختم شد۔''

امام حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:

''وقال ابن عباس، في روایۃ عنہ، ومجاھد وعکرمۃ وإبراھیم النخعي والحسن وقتادۃ والحکم والسدي والضحاک وعطاء الخراساني، في قولہ: یعني وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ یعني دین اللہ عزوجل، وھذا کقولہ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ علی قول من جعل ذلک أمرا أي لاتبدلوا فطرۃ اللہ، ودعوا الناس علی فطرتھم'' انتھی (تفسیر ابن کثیر ۲ ۴۱۵)

''ابن عباس ایک روایت کے مطابق اور مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، حسن بصری، قتادہ، الحکم، السدی، الضحاک اور عطا خراسانی نے آیت وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ کی تفسیر دین اللہ سے کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ جس نے اسے امر بنایا ہے۔ یعنی اللہ کی فطرت کو نہ بدلو اور لوگوں کو اپنی فطرت پر چھوڑ دو۔ ختم شد۔''

جب سلف صالحین کے اقوال دونوں طرح کے موجود ہیں تو آیت کی تفسیر میں جانوروں کو خصی کرنے کی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی، ہاں اگر سنت نبویہ سے اس کا ثبوت ہوتا تو پھر یہ ہمارے سر اور آنکھوں پر ہوتا۔ وإذ لیس فلیس۔ بلکہ آیت کریمہ لَا تَبْدِيلَ خَلْقَ اللَّهِ اسی معنی کی تائید کرتی ہے کہ آیت کریمہ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ میں لفظ خَلْقَ اللَّهِ سے'' دین اللہ'' ہی مراد ہے اور یہ ظاہر بات ہے۔

رہی طحاوی کی پہلی روایت تو وہ ضعیف ہے، لہٰذا قابل استدلال نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن نافع مولی ابن عمر ہے، جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

''قال ابن المدیني: روی مناکیر، وقال البخاري: یخالف في حدیثہ، وھو منکر الحدیث، وقال یحییٰ: ضعیف، وقال النسائی: متروک'' کذا فی میزان الاعتدال فی نقد الرجال للحافظ شمس

الدین الذھبی ۔ (میزان الاعتدال ۲ ۵۱۳)

''ابن المدینی نے کہا ہے کہ اس نے مناکیر روایت کی ہیں ۔ امام بخاری نے بھی اسے منکرالحدیث کہا ہے اور فرمایا کہ اپنی حدیث میں مخالف کرتا ہے ۔ یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے اور نسائی نے متروک ۔ جیسا کہ ذہبی کی ''میزان الاعتدال فی نقد الرجال''میں مرقوم ہے ۔''

طحاوی کی دوسری روایت موقوف ہے مرفوع نہیں ۔ اسی طرح مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کی حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے ۔ علاوہ ازیں وہ روایت ابن عباس پر موقوف ہے ، مرفوع نہیں ۔ عبدالرزاق کی روایت مجاہد اور شہر بن حوشب کا قول ہے ، شارع کا کلام نہیں ۔ نیز ہدایہ میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ثابت نہیں ۔ امام زیلعی نے تخریج ہدایہ میں فرمایا ہے :

''قلت : غریب'' انتھی (نصب الرایۃ ۴ ۳۱۸)

''میں کہتا ہوں کہ وہ ''غریب ''یعنی ضعیف ہے ۔ ختم شد ۔''

مسند بزار کی روایت جو ابن عباس سے منقول ہے اور جسے امام شوکانی نے صحیح کہا ہے ، کتاب نہ ملنے کی وجہ سے اس کی مراجعت اور اس کے سند کے تمام روات کے احوال کی تحقیق نہیں ہوسکی ۔ پھر بھی امام شوکانی کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے ہم اس کی صحت تسلیم کرتے ہیں ۔ اس حدیث سے تمام جانوروں کے خصی کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے خواہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم ۔ نیز ابوہریرہ ، عائشہ ، ابورافع ، جابر بن عبداللہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہم کی مندرجہ ذیل احادیث سے شارع کا اس امر میں سکوت ثابت ہوتا ہے ۔

ابوہریرہ ، عائشہ اور ابورافع رضی اللہ عنہم کی احادیث کا مدار عبداللہ بن محمد بن عقیل پر ہے اور عبداللہ بن محمد سے سفیان ثوری ، حماد بن سلمہ اور شریک جیسے حفاظ ثقہ راویانِ حدیث نے روایت کی ہے ۔ (کشف الأستار عن زوائد مسند البزار (۱۵۹۹) میں یہ حدیث بایں سند مروی ہے : حدثنا محمد بن عثمان ابن کرامۃ ثنا عبیداللہ بن موسیٰ حدثنا ابن أبی ذئب عن الزھري عن عبیداللہ بن عبداللہ عن ابن عباس ...'' حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''رواہ البزار رجالہ رجال الصحیح'' (مجمع الزوائد : ۵ ۳۱۸) نیز دیکھیں : مسند أبی یعلیٰ (۴ ۳۷۶) سنن البیھقی ۱۰ ۲۴)

سنن ابن ماجہ میں ہے :

''حَدَّثنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی حَدَّثنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ أَنْبأَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِيُ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مُحَمِّدِ بْنِ عَقِیلٍ عَنْ أَبِی سَلَمَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ وَعَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ أَنَّ رَسُولَ اللہِ ﷺ کان إِذَا أَرَادَ أَنْ یُضَحِّیَ اشْتَرَی کَبْشَیْنِ عَظِیمَیْنِ سَمِینَیْنِ أَقْرَنَیْنِ أَمْلَحَیْنِ مَوْجُوئَیْنِ'' (سنن ابن ماجہ ، رقم الحدیث ۳۱۲۲)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے ، فربہ ، سینگوں والے ، سفید ، خصی کردہ دنبے خریدتے ۔''

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے :

''حَدَّثنَا إِسْحَاقُ بْنُ یُوسُفَ قَالَ أَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِیلٍ عَنْ أَبِی سَلَمَۃَ عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ أَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ : کَانَ رَسُولُ اللہِ ﷺ فذکرہ نحوہ'' (مسند أحمد ۶ ۲۲۰)

وبھذا السند رواہ الحاکم فی المستدرک ، وروی البیھقی أیضا من طریق سفیان الثوري عن عبداللہ بن محمد بن عقیل ۔ (المستدرک ۴ ۲۵۵ سنن البیھقی ۹ ۲۶۷)

''امام حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے بھی اپنی کتاب میں من طریق سفیان الثوری عن عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے ۔''

مسند امام احمد، مسند اسحاق بن راہویہ اور معجم الطبرانی میں مذکور ہے :

''عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ : ضَحَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجِيَّيْنِ خَصِيَّيْنِ'' (مسند أحمد ٦ ٨۔ نیز دیکھیں : نصب الرایۃ ٣ ١٥٣)

''ابو رافع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو چتکبرے خصی کردہ دنبوں کی قربانی دی۔''

مسند ابن ابی شیبہ میں ہے :

''حدثنا عفان ثنا حماد بن سلمة أنبأ محمد بن عبدالله بن عقيل عن عبدالرحمان بن جابر بن عبدالله عن أبيه أن النبي ﷺ أتي بكبشين أملحين عظيمين أقرنين موجوئين فأضجع أحدهما، وقال : بسم الله والله أكبر، اللهم عن محمد وآل محمد، ثم أضجع الآخر۔ الحديث۔'' وكذلك رواه إسحاق بن راهويه وأبو يعلى الموصلي في مسنديهما۔ (نصب الراوية ٣ ١٥٣)

''جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس دو چتکبرے، بڑے، سینگوں والے خصی کردہ دنبے لائے گئے تو آپ نے ان میں سے ایک کو لٹایا اور کہا : ''بسم اللہ واللہ أكبر، اللھم عن محمد وآل محمد'' پھر اسی طرح دوسرے کو ذبح فرمایا۔ اسحاق بن راہویہ اور ابو یعلی الموصلی نے اپنے مسندوں میں بھی اسی طرح یہ روایت بیان کی ہے۔''

پس عبداللہ بن محمد بن عقیل کی یہ حدیث پانچ طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ اگر کہا جائے کہ امام ذہبی میزان الاعتدال میں، حافظ ابن حجر تہذیب تہذیب الکمال میں اور صفی الدین خلاصہ میں کہتے ہیں :

''عبدالله بن محمد بن عقيل أبو محمد المدني، قال النسائي : ضعيف، وقال أبو حاتم : لين، وروى جماعة عن ابن معين : ضعيف، وقال ابن خزيمة : لا يحتج به، وقال ابن حبان : رديء الحفظ، وقال محمد بن عثمان الحافظ : سألت علي بن المديني فقال : كان ضعيفا'' انتهى ملخصا (ميزان الاعتدال ٢ ٤٨٤ تهذيب التهذيب ٦ ١٣ ١١ الخلاصة للخزرجي، س : ٢١٣)

''عبداللہ بن محمد بن عقیل ابو محمد المدنی کو امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابو حاتم نے لین کہا ہے۔ ایک جماعت نے ابن معین سے بھی اس کی تضعیف روایت کی ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں : وہ قابل احتجاج نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں : اس کا حافظہ کمزور ہے اور محمد بن عثمان نے کہا کہ میں نے امام المدینی سے پوچھا تو انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا۔''

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ مذکورہ بالا محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے، لیکن ان کے مقابلے میں بہت سے محدثین مثلاً احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، حمیدی، محمد بن اسمٰعیل البخاری، ابو عیسیٰ الترمذی اور ابن عدی جیسے ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔

''عبدالله بن محمد بن عقيل المدني، روى عنه السفيانان، قال الترمذي : صدوق، سمعت محمدا يقول : كان أحمد وإسحاق والحميدي يحتجون بحديث ابن عقيل، وقال ابن عدي : روى عنه جماعة من المعروفين الثقات وهو خير من ابن سمعان، ويكتب حديثه، وقال البخاري في تاريخه : كان أحمد وإسحاق يحتجان به'' كذا في التهذيب والميزان والخلاصة۔ (ميزان الاعتدال ٢ ٤٨٤ تهذيب التهذيب ٦ ١٣ ١١ الخلاصة للخزرجي، س : ٢١٣)

''عبداللہ بن محمد بن عقیل سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں : صدوق ہے۔ میں نے امام بخاری سے سنا کہ احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور حمیدی ابن عقیل کی حدیث کو حجت بناتے تھے۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ معروف اور ثقہ لوگوں کی ایک جماعت نے ابن عقیل سے روایت کی ہے۔ وہ ابن سمعان سے بہتر ہے اور اس کی حدیث کتابت کے لائق ہے۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ احمد اور اسحاق اس کی روایت سے حجت پکڑتے تھے، جیسا کہ تہذیب، میزان اور خلاصہ میں مرقوم ہے۔''

اگر کہا جائے کہ ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں لکھا ہے :

''سألت أبي وأبا زرعة عن حديث رواه المبارك بن فضالة عن عبدالله عن أبيه، ورواه الثوري عن ابن عقيل عن أبي سلمة عن أبي هريرة أو عن عائشة عن النبي ﷺ، ورواه سعيد بن سلمة

عن ابن عقیل عن علی بن حسین عن أبی رافع، فقال أبوزرعة: ھذا کلہ من ابن عقیل، فإنہ لایضبط حدیثہ، والذین رووا عنہ ھذا الحدیث ؓھم ثقات۔'' (العلل لابن أبی حاتم ۲ ۴۰)

''میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی کتاب المعرفہ میں کہتے ہیں:

''وھذا إنما رواہ عبداللہ بن محمد بن عقیل، واختلف علیہ: فرواہ عن الثوري عن أبی سلمۃ عن عائشۃ أو أبی ھریرۃ، وقال مرۃ: عن أبی ھریرۃ، ولم یقل: أو عائشۃ، ورواہ عنہ حماد بن سلمۃ عن عبدالرحمن بن جابر عن أبیہ، ورواہ عنہ زھیر بن محمد عن علی بن الحسین عن أبی رافع۔ قال البخاري: ولعلہ سمعہ من ھولاء'' انتھی (معرفۃ السنن والآثار ۱۴ ۴۹)

علاوہ ازیں عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت کے اور بھی شواہد ہیں، جو اس روایت کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

''عن ابن إسحاق عن یزید بن أبی عیاش المعافري عن جابر بن عبداللہ قال: ذبح النبی ﷺ یوم النحر بکبشین أقرنین أملحین موجوئین'' رواہ أبوداود وابن ماجہ والبیھقی۔ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۲۷۹۵، سنن ابن ماجہ ۳۱۲۲، السنن الکبریٰ للبیھقی ۹ ۲۶۷)

''ابن اسحاق، یزید بن ابی عیاش المعافری کے واسطے سے جابر بن عبداللہ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی کریم ﷺ نے دو سفید سینگوں والے خصی کردہ دنبے ذبح کیے۔ یہ حدیث ابوداود، ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے۔''

''عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللہ ﷺ بِكَبْشَيْنِ جَذَعَيْنِ مُوجَبَيْنِ۔'' رواہ أحمد فی مسندہ، والطبرانی۔ (مسند أحمد ۶ ۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۱ ۳۱۳)

''امام احمد اور طبرانی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو خصی کردہ دنبوں کی قربانی کی۔''

''وعن ابن وھب حدثنی عبداللہ بن عیاش القتبانی ثنا عیسی بن عبدالرحمن حدثنی ابن شھاب عن سعید بن المسیب عن أبی ھریرۃ نحو ما تقدم۔'' رواہ الطبرانی فی معجمہ الوسط۔ (المعجم الأوسط للطبرانی ۲ ۲۵۰)

''ابن وہب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عیاش القتبانی، عیسی بن عبدالرحمن سے، وہ ابن شہاب سے، وہ سعید بن المسیب سے، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں جیسے پہلے گزرا۔ اسے امام الطبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا۔''

''وعن عبداللہ بن المبارک عن یحییٰ بن عبیداللہ عن أبیہ سمعت أبا ھریرۃ یقول: ''ضحی رسول اللہ ﷺ بکبشین أملحین موجوئین'' رواہ أبو نعیم فی حلیۃ الأولیاء، وقال: ''مشھور من غیر وجہ، غریب من حدیث یحییٰ'' انتھی (حلیۃ الأولیاء ۸ ۱۷۸)

''ابو نعیم نے ''حلیۃ الأولیاء'' میں عبداللہ بن المبارک اور یحییٰ بن عبیداللہ کے واسطے سے ابوہریرہ کی یہی روایت نقل کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی اور مشہور ہے، البتہ یحییٰ کی سند سے یہ غریب ہے۔ ختم شد۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تلخیص الجبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر'' میں فرمایا:

''حدیث أنہ ﷺ ضحی بکبشین موجوئین۔ أحمد، وابن ماجہ، والبیھقی، والحاکم، من حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل عن عائشۃ أو أبی ھریرۃ، ھذا روایۃ الثوري، ورواہ زھیر بن محمد عن ابن عقیل عن أبی رافع، أخرجہ الحاکم، ورواہ حماد بن سلمۃ عن ابن عقیل عن عبدالرحمن ابن جابر عن أبیہ، ولہ شاھد من حدیث أبی عیاش عن جابر، رواہ أبوداود والبیھقی، ورواہ أحمد والطبرانی من حدیث أبی الدرداء'' انتھی (التلخیص الجبیر ۴ ۳۸۴)

''وہ حدیث جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو خصی شدہ دنبوں کی قربانی دی، اسے امام احمد، ابن ماجہ، بیہقی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

بواسطہ ابن عقیل نقل کیا ہے اور ابن عقیل سے اس کی روایت کرنے والے سفیان ثوری ہیں۔ زہیر بن محمد نے یہی حدیث ابن عقیل سے نقل کی ہے، جس میں صحابی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بجائے ابو رافع ہیں۔ یہ روایت مستدرک حاکم میں موجود ہے۔ حماد بن سلمہ نے یہی حدیث ابن عقیل سے روایت کی ہے جس میں صحابی جابر بن عبداللہ ہیں۔ اس روایت کی تائید ابو عیاش کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ جابر سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ روایت ابوداود اور بیہقی میں موجود ہے۔ احمد اور طبرانی نے یہی حدیث ابوالدرداء سے بھی روایت کی ہے۔''

''موجوئین'' کے معنی کے متعلق امام زیلعی ''نصب الرایہ'' میں کہتے ہیں:

''قال المنذري في حواشيه: المحفوظ: ''موجوئين'' منزوعي الانثيين، قاله أبو موسى الأصبهاني، وقال الجوهري وغيره: الوجاء: بالكسر والمد: رض عرق الانثيين، قال الهروي: والانثيان بحالهما۔ وقال في النهاية: ومنهم من يرويه ''موجيين'' بغير همزة على التخفيف، ويكون من وجيته وجيا نحو موجي، قال: هذا الذي ذكره هوالذي وقع في سماعنا۔'' انتهى (نصب الرايه ۴ ۲۸۲)

''امام منذری فرماتے ہیں کہ صحیح لفظ ''موجوئین'' ہے، جس کا معنی ہے: دونوں خصیے کٹا ہوا۔ یہ بات ابو موسیٰ اصفہانی نے کہی ہے۔ جبکہ جوہری اور دوسرے علما کہتے ہیں کہ وِجاء کے معنی خصیے کی نسوں کو کوٹ دینے کے ہیں۔ الہروی کہتے ہیں کہ دونوں خصیے اپنی جگہ برقرار ہوں۔ النہایہ میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگ ''موجیین'' (بغیر ہمزہ) کے روایت کرتے ہیں اور ہمیں بھی اسی طرح روایت پہنچی ہے۔''

حافظ ابن حجر نے تلخیص الجبیر میں فرمایا ہے:

''الموجوئين: المنزوعي الانثيين'' انتهى (التلخيص الجبير ۴ ۳۴۸)

''موجوئین'' کا مطلب ہے خصیے نکالے ہوئے۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خصی شدہ نر دنبوں کی قربانی کی ہے، بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قربانی کا ارادہ فرماتے تو خصی شدہ نر دنبے خریدا کرتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خصی شدہ جانور کا گوشت پسند فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ صاحب شریعت صرف جائز اور مباح چیز ہی پسند فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ اس طرح کا گوشت اس وقت تک تیار نہیں ہوسکتا، جب تک جانوروں کو خصی نہ کیا جائے، اس لیے اس حدیث سے خصی کرنے کے جواز کی طرف اشارہ ملتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اگر خصی کرنا فی نفسہ ممنوع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خصی شدہ جانوروں کا گوشت کیسے پسند فرماتے؟ بلکہ اس صورت میں تو رغبت کرنے سے ممنوع فعل کی تائید ہوتی۔ اسی لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خصی شدہ جانور نہ خریدا اور فرمایا کہ میں جانوروں کو خصی کرنے میں تعاون نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ شرح معانی الآثار میں ہے:

''حدثنا ابن أبي داود قال: ثنا القواريري قال: ثنا عفيف بن سالم قال: ثنا علاء بن عيسى الذهبي قال: أتي عمر بن عبدالعزيز بخصي فكره أن يبتاعه، وقال: ما كنت لأعين على الإخصاء'' (شرح معاني الآثار ۳ ۲۷۱)

''عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک خصی جانور لایا گیا تو انھوں نے اسے خریدنا ناپسند کیا اور فرمایا: میں جانوروں کو خصی کرنے میں تعاون نہیں کرنا چاہتا۔''

ابو جعفر طحاوی نے ''شرح معانی الآثار'' میں دوسری جگہ فرمایا ہے:

''ألا ترى إلى عمر بن عبدالعزيز أنه أتي بعبد خصي يشتريه، فقال: ما كنت لأعين على الإخصاء، فجعل ابتياعه إياه عونا على إخصائه، فكذلك إخصاء الغنائم، لو كان مكروها لما ضحى رسول الله ﷺ بما قد أخصي منها، ولا يشبه إخصاء البهائم إخصاء بني آدم، لأن إخصاء البهائم إنما يراد به ما ذكرنا من سمانتها، وقطع عضها فذلك مباح، و بنو آدم فإنما يراد بإخصائهم المعاصي فذلك غير مباح'' انتهى (شرح معاني الآثار ۴ ۳۱۷)

''حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس خصی کردہ غلام فروخت کے لیے لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خصی کرنے کی تائید و حمایت نہیں کرتا۔ گویا انہوں نے اس کی خریداری کو اس عمل کی تائید سمجھا۔ پس اگر جانوروں کا خصی کرنا بھی مکروہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خصی شدہ جانور کی قربانی ہرگز نہ کرتے۔ جانوروں کے خصی کرنے کو انسانوں کے خصی کرنے کے مثل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جانوروں کو خصی صرف گوشت کو بہتر بنانے کے لیے کیا جاتا ہے، اس لیے یہ مباح ہے اور انسانوں کا خصی کرنا گناہ ہے، اس لیے ہرگز جائز نہیں۔''

جانوروں کو خصی کرنا اگر ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس پر سکوت نہ فرماتے، بلکہ مرتبہ رسالت کے پیش نظر ممنوع چیز کے ارتکاب پر ناراضی کا اظہار کرتے اور عادت شریفہ کے مطابق فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اس طرح کے کام کرتے ہیں؟ اس فعل پر حضور ﷺ کی خاموشی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ یہ مسئلہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

علامہ شیخ شمس الدین سخاوی ''فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث'' میں فرماتے ہیں:

''والحدیث فی اللغۃ ضد القدیم، وفی اصطلاحھم: قول رسول اللہ ﷺ وسلم، وفعلہ، وتقریرہ، وصفتہ، حتی فی الحرکات والسکنات فی الیقظۃ والنوم۔'' انتھی (فتح المغیث ۱ ۱۰)

''لغت میں لفظ حدیث قدیم کا ضد ہے اور محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ ﷺ کا قول، عمل، کسی بات پر خاموشی اور آپ ﷺ کے اوصاف و احوال کا بیان ہے، حتیٰ کہ آپ کے سونے اور جاگنے میں ہونے والی حرکات و سکنات بھی حدیث ہیں۔ ختم شد۔''

قاضی زکریا الانصاری ''فتح الباقی شرح ألفیۃ العراقی'' میں فرماتے ہیں:

''والحدیث، ویرادفہ الخبر، علی الصحیح ما أضیف إلی النبی ﷺ قولا، وفعلا، وتقریرا أو صفۃ'' انتھی مختصرا (فتح الباقی ۱ ۹۱، ۱۷۲)

''حدیث کا مطلب رسول اللہ ﷺ کا قول، عمل، کسی عمل پر خاموشی اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے۔''

شیخ علی بن صلاح الدین ''منھل الینابیع فی شرح المصابیح'' کے باب الصلوۃ میں فرماتے ہیں:

''قولہ: فسکت عنہ رسول اللہ ﷺ، وسکوتہ یدل علی جواز أداء سنۃ الصبح بعد أداء فریضۃ لمن لم یصلھا قبلہ''

''حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد فجر کی دو سنتیں ادا کرنے پر سکوت فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے پہلے سنت ادا نہیں کی، وہ فرض کے بعد ادا کرسکتا ہے۔ یہ جائز امر ہے اور اس کی دلیل آپ ﷺ کی خاموشی ہے۔''

امام زینی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں:

''قولہ: فسکت۔ یدل علی جواز سنۃ الصبح بعد فریضۃ لمن لم یصلھا قبلہ'' انتھی

''آپ ﷺ کی خاموشی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے پہلے سنتیں ادا نہ کی ہوں، وہ فجر کی فرض نماز کے بعد انھیں ادا کرلے۔''

پس مسند بزار کی حدیث اور ان حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ان جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، مگر جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا، ان کا خصی کرنا درست نہیں۔ اسی بنا پر ائمہ متقدمین میں طاؤس و عطاء وغیرہ اور اکثر علمائے متاخرین ان جانوروں کا خصی کرنا جائز قرار دیتے ہیں، جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

''شرح معانی الآثار''میں مذکور ہے :

''حدثنا ابن أبي عمران قال : ثنا عبید اللہ قال ثنا سفیان عن ابن طاوس أن أباہ أخصی جمالہ'' (شرح معانی الآثار ۴/ ۳۱۸)

''طاؤس نے اپنے اونٹ کا آختہ کیا تھا۔''

''حدثنا ابن أبي عمران قال : ثنا عبید اللہ قال : ثنا سفیان عن مالک بن مغول عن عطاء قال : لا بأس باخصاء الفحل إذا خشي عضاضہ'' انتھی (مصدر سابق)

''عطا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اگر نر جانور دانت کاٹنے لگے تو اس کے خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ختم شد۔''

تفسیر ''معالم التنزیل''میں ہے :

''وقد جوزہ بعضھم فی البھائم لأن فیہ غرضا ظاھرا'' (معالم التنزیل للبغوي ۲/ ۲۳۹)

''بعض علما نے جانوروں کا خصی کرنا جائز قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کی غرض اور فائدہ معلوم ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں :

''فإن الإخصاء فی الآدمی حرام، صغیرا کان أو کبیرا، قال البغوي : وکذا یحرم خصاء کل حیوان لا یؤکل، وأما المأکول فیجوز خصاوہ فی صغرہ، ویحرم فی کبرہ، واللہ أعلم۔'' (شرح النووي علی صحیح مسلم ۹/ ۱۷۷)

''آدمی کا خصی کرنا حرام ہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں ان کے بارے میں یہی حکم ہے۔ البتہ حلال جانوروں کا خصی کرنا چھوٹی عمر میں جائز ہے اور بڑی عمر میں حرام ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری شرح صحیح بخاری''میں فرماتے ہیں :

''قل القرطبی : الخصاء فی غیر بنی آدم ممنوع فی الحیوان إلا لمنفعۃ حاصلۃ فی ذلک کتطییب اللحم أو قطع ضرر عنہ، وقال النووي : یحرم خصاء الحیوان غیر المأکول مطلقا، وأما المأکول فیجوز فی صغیرہ دون کبیرہ، وما أظنہ یدفع ما ذکرہ القرطبی من إباحۃ ذلک فی الحیوان الکبیر عند إزالۃ الضرر۔'' انتھی (فتح الباري ۹/ ۱۱۹)

''قرطبی فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا بھی درست نہیں، سوائے اس کے کہ اس سے گوشت کو بہتر بنانا یا اس کے ضرر سے محفوظ رہنا مقصود ہو۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت حرام ہے، ان کا خصی کرنا مطلقاً ممنوع ہے، البتہ حلال جانوروں کا چھوٹی عمر میں خصی کرنا جائز ہے، بڑی عمر میں نہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ نووی کے اس بیان سے قرطبی کے مذکورہ بالا قول کی تردید مقصود نہیں ہے، جس میں انھوں نے دفع ضرر کے لیے بڑے جانوروں کے خصی کرنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔''

طحاوی ''شرح معانی الآثار''میں کہتے ہیں :

''وخالفھم فی ذلک آخرون فقالوا : ما خیف عضاضہ من البھائم أو ما أرید شحمہ منھا فلا بأس باخصائہ، وقالوا : ھذا الحدیث الذي احتج بہ علینا مخالفنا إنما ھو عن ابن عمر موقوف، ولیس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' انتھی (شرح معانی الآثار ۴/ ۳۱۷)

''دوسروں نے اس مسئلے میں خصی جائز نہ قرار دینے والوں سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ضرر سے بچنے کے لیے یا گوشت کو بہتر بنانے کی غرض سے خصی کرنے میں کوئی مضائقہ

نہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ جس حدیث سے مخالفین نے استدلال کیا ہے، وہ ابن عمر پر موقوف ہے، رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں۔ ختم شد۔''

اگر تمہارے ذہن میں اشکال ہے کہ کوئی چیز اسی وقت پسندیدہ ہو سکتی ہے، جب وہ شرعی طور پر ممنوع طریقے سے حاصل نہ ہو، ورنہ اس کی پسندیدگی ممنوع طریقے کی تائید اور اس عمل کے مرتکب کی اعانت تصور کی جائے گی اور کسی شخص کا خلافِ شرع بات میں مددگار ہونا جائز نہیں۔ مثلاً خچر پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہم اسے ناجائز قرار دیں تو پھر اس کی کیا توجیہ کی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور اگر جائز کہا جائے تو خچر پر سواری کی رغبت اور اس پر سوار ہونے سے گھوڑے اور گدھے کے ملاپ کرانے والے کی اعانت و امداد ہوتی ہے اور چونکہ یہ عمل جائز نہیں، لہٰذا اس خچر پر سواری بھی جائز نہیں ہونی چاہیے۔

اسی طرح اس مسئلے میں کہ شراب سے تیار کیا ہوا سرکہ جائز ہے کہ نہیں؟ اگر اسے جائز مانا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ دوسرے ناجائز عمل میں معین اور مددگار رہے۔ اس لیے کہ شراب سے سرکہ بنانا صحیح حدیثوں کی رو سے ممنوع ہے۔ لہٰذا اس کا استعمال بھی اسی حکم میں داخل ہوگا اور اگر ناجائز مانا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ صحیح حدیث کی رو سے سرکہ بہترین سالن ہے۔ اس عام جملے میں سرکے کی تمام اقسام داخل ہیں۔ شراب سے حاصل شدہ سرکہ کو اس سے الگ نہیں کیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شراب سے سرکہ بنانا تو ناجائز ہے، مگر اس سرکہ کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ بعض مجتہدین کا مذہب ہے۔ اسی طرح خصی کردہ دنبوں کی قربانی جائز ہے اور اس کا گوشت بھی مرغوب، مگر خصی کرنا بذات خود ممنوع ہی رہے گا۔

اس کا جواب غور سے سن لو کہ حقیقت تو یہی ہے جو بیان کی گئی ہے کہ جو چیز شرعاً ممنوع طریقے سے حاصل ہو، اس کی طرف رغبت جائز نہیں، اسے جائز قرار دینے سے خرابی لازم آئے گی۔ ایک چور جو مال چوری کے ذریعے حاصل کرتا ہے، وہ مال جس طرح اس کے لیے حرام ہے، اسی طرح اس شخص کے لیے بھی حرام ہے جس کے علم میں یہ بات آجائے کہ اس کا مال چوری کا ہے، اس کے لیے چوری کا مال استعمال کرنا جائز نہیں۔ مگر خچر پر سواری کرنا جائز و درست ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ نحل میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً (النحل: ۸)

''یعنی گھوڑے، خچر، گدھے سواری کے لیے اور تمہاری زینت کے لیے ہیں۔''

یعنی گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کی پیدایش کا مقصد ہی زینت اور سواری ہے۔ اس کے متعلق کئی حدیثیں بھی معروف ہیں۔

''عنِ البراء بنِ عازِب قال: رأيت رسول الله ﷺ وهو على بغلته البيضاء، وأبو سفيان بن الحارث آخذ بلجامها، وهو يقول: أنا النبي لا كذب، أنا ابن عبد المطلب'' رواه البخاري وغيره (صحيح البخاري، رقم الحديث ۲۷۷۲، صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۷۷۶)

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر سوار ہیں اور ابوسفیان بن حارث اس کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں نبی ہوں، یہ کوئی جھوٹی بات نہیں اور میں عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں۔ اس روایت کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔''

''وعن العباس بنِ عبد المطلب قال: شهِدت مع رسولِ الله ﷺ يوم حنينٍ فلزِمت أنا وأبو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب رسول الله ﷺ فلم نفارِقه، ورسول الله ﷺ على بغلة له بيضاء'' (شرح معاني الآثار ۳ ۲۷۲)

''عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور ابوسفیان بن حارث حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، کسی وقت بھی ان سے الگ نہیں ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر سوار تھے۔''

''وعن قاسم بن عبدالرحمان عن أبیہ قال: قال عبداللہ بن مسعود: کنت مع رسول اللہ ﷺ یوم حنین، ورسول اللہ ﷺ علی بغلتہ۔'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۲)

''قاسم بن عبدالرحمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یوم حنین کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار تھے۔''

''وعن سلیمان بن عمرو بن الأحوص عن أمہ قالت: رأیت رسول اللہ ﷺ یوم النحر عند جمرۃ العقبۃ، وھو علی بغلتہ'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۲)

''سلیمان بن عمرو بن الاحوص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے دن جمرۃ العقبہ کے پاس دیکھا، آپ ﷺ خچر پر سوار تھے۔''

''وعن عبداللہ بن بشر عن أبیہ أنہ قال: أتی رسول اللہ ﷺ إیاھم، وھو راکب علی بغلۃ'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۲)

''عبداللہ بن بشر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ان کے پاس خچر پر سوار ہو کر آئے۔''

''وعن أنس قال کان رسول اللہ ﷺ علی بغلۃ شھباء فمر علی حائط لبنی النجار۔'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۲)

''انس رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے اور اس پر بنی نجار کے علاقے سے گزرے۔''

''وعن عبداللہ بن علی بن أبی رافع أنہ رأی بغلۃ النبی ﷺ شھباء، وکان عند علی بن حسین'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۲)

''عبداللہ بن علی بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے خچر شہباء کو دیکھا، جب وہ علی بن حسین کے پاس تھا۔''

''وعن إیاس بن سلمۃ حدثنی أبی قال: غزونا مع رسول اللہ ﷺ حنینا فذکر حدیثا طویلا، فیہ: فمررت علی رسول اللہ ﷺ منھزما، وھو علی بغلتہ الشھباء'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۲)

''ایاس بن سلمہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ پھر اس سے متعلق طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پھر میں پسپا ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے۔''

''وعن عقبۃ بن عامر قال: رکب رسول اللہ ﷺ بغلۃ'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۲)

''عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار ہوئے۔''

مندرجہ بالا آٹھ حدیثیں امام طحاوی اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہیں۔ باقی رہا گدھے اور گھوڑے کے درمیان اختلاط تو وہ ممنوع نہیں، کیونکہ اگر ممنوع ہوتا تو خچر پر سواری بھی جائز نہ ہوتی، جب سواری جائز ہے تو یہ فعل ممنوع نہیں۔ یہ وہ چند دلیلیں ہیں جو ہم نے اس ضمن میں بیان کر دی ہیں، جس سے اس کا اثبات ظاہر ہوتا ہے۔

نیز سنن ابوداود اور معانی الآثار میں ہے:

''عن أبی رزین عن علی بن أبی طالب قال: أھدیت لرسول اللہ ﷺ بغلۃ فرکبھا فقال علی: لو حملنا الحمیر علی الخیل لکان لنا مثل ھذہ، فقال رسول اللہ ﷺ: إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون۔'' (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۲۵۶۵، شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۱)

''حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خچر کا ہدیہ پیش کیا گیا، اسے آپ نے قبول فرمایا اور اس پر سواری کی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ہم نے گدھے اور

گھوڑے کی جفتی کی ہوتی تو اسی طرح ہمارے پاس بھی خچر ہوتے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نادان ایسا کرتے ہیں ۔''

''شرح معانی الآثار'' وغیرہ میں ہے :

''وعن ابن عباس قال : ما اختصنا رسول اللہ ﷺ بشیء دون الناس الا بثلاث : إسباغ الوضوء ، وأن لا نأکل الصدقة ، وأن لا ننزي الحمر علی الخیل'' (شرح معانی الآثار ۲ ۴)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دوسروں سے تین باتوں میں ممتاز بتایا : اسباغ الوضوء ، صدقہ کا مال نہ کھانا اور گھوڑے و گدھے کے درمیان جفتی نہ کرانا ۔''

اس کا جواب تین طریقوں سے دیا گیا ہے :

۱ ۔ علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ممانعت نہیں آئی ، بلکہ اتنا کہا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ کرتے ہیں جو بے خبر ہیں ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم اور جاہل ہیں اور یہ کام اہل علم اور سادات کا نہیں کہ وہ اس کام میں وقت صرف کریں ۔

اسی معنی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان ہوئی ہے ، یعنی یہ ایسا کام نہیں جسے ہم ہاشمیوں کے لیے خاص کیا جاتا ۔ دوسرے تمام لوگ اس حکم میں شامل نہیں یعنی انھیں رخصت ہے ۔ اہل بیت کو صرف تین چیزوں میں دوسروں سے ممتاز کیا گیا ہے ۔ ایک اسباغ الوضوء یعنی ہر عضو کو تین تین بار دھوئیں ، جبکہ دوسرے اگر ایک ایک دو دو بار بھی دھولیں تو مضائقہ نہیں ۔ دوسرے یہ کہ صدقہ نہیں کھاتے اور گھوڑے گدھے میں جفتی نہیں کراتے ۔ یہی حکم ہاشمیوں کے لیے ان کے شرفِ شان کی وجہ سے ہے ۔ کسی معصیت کی وجہ سے یہ تخصیص نہیں ، اگر اس میں معصیت کو دخل ہوتا تو ہاشمیوں کی تخصیص نہ ہوتی کہ اوامر و نواہی میں امت محمدیہ برابر ہے ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ گھوڑے اور گدھے کی جفتی کرنا اور اسباغ الوضوء نہ کرنا ہاشمیوں کے علوشان کے خلاف ہے ، البتہ غیر ہاشمی اس حکم سے الگ ہیں ۔ ہاشمیوں کے لیے ان تینوں باتوں کا حکم ان کی شان کی وجہ سے باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے ۔

۲ ۔ اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول ((إنما یفعل ذلک الذین لا یعلمون)) کا کیا مطلب ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے حصول اور اس کے استعمال میں جو اجر اور فائدہ ہے ، وہ خچر میں نہیں ۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کے فوائد بہ نسبت خچر کے بہت ہیں ، جو گدھے اور گھوڑے کے ملاپ سے نادان لوگ حاصل کرتے ہیں ۔ گویا وہ ایسی چیز پر توجہ نہیں کرتے جس میں اجر ہے ، بلکہ ایسی چیزوں پر توجہ دیتے ہیں جس میں اجر نہیں ۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر کی حدیث میں مروی ہے ، جسے ائمہ صحاح نے روایت کیا ہے :

''عن أبي هریرة قال : سئل رسول اللہ ﷺ عن الخیل ، فقال هي لثلاثة : لرجل أجر ، ولرجل ستر ، ولرجل وزر ، قالوا : فالحمر یا رسول اللہ ﷺ ؟ قال : لم ینزل علی في الحمر شيء إلا هذه الآیة الفاذة : فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ أخرجه أصحاب الصحاح وغیره ۔'' (صحیح البخاري ، رقم الحدیث ۲۷۰۵ ، صحیح مسلم ، رقم الحدیث ۹۸۷)

''وعن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : الخیل معقود في نواصیها الخیر إلی یوم القیامة ''أخرجه أئمة الصحاح وغیره ۔ (صحیح البخاري ، رقم الحدیث ۲۶۹۷ ، صحیح مسلم ، رقم الحدیث ۱۸۷۳)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گھوڑوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تین طرح کے لوگوں کے لیے ہیں ۔ کسی کے لیے یہ باعث اجر ہیں اور کسی کے لیے پردہ اور کسی کے لیے وبال جان اور ہلاکت خیز ۔ پھر لوگوں نے گدھے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا : گدھے کے فائدے سے متعلق اس آیت کے علاوہ مجھ پر اور کچھ نازل نہیں ہوا ۔ یعنی جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی وہ اس کا اجر پائے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی اسے بھی دیکھے گا ۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں مذکور ہے ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : گھوڑے کے ساتھ شغف میں قیامت تک بھلائی ہی بھلائی ہے ۔ یہ حدیث بھی صحاح و سنن میں موجود ہے ۔''

طحاوی ''شرح معانی الآثار'' میں فرماتے ہیں :

''فإن قال قائل: فما معنی قول النبی ﷺ: إنما یفعل ذلک الذین لایعلمون؟ قیل له: قد قال أهل العلم فی ذلک: معناه: أن الخیل قد جاء فی ارتباطها واکتسابها وعلفها الأجر، ولیس ذلک فی البغال، فقال النبی ﷺ: إنما ینزو فرس علی فرس حتی تکون عنهما ما فیه الأجر، ویحمل حمارا علی فرس فیکون عنهما بغل لاأجر فیه، الذین لایعلمون أی لأنهم یترکون بذلک إنتاج ما فی ارتباطه الأجر، وینتجون ما لاأجر فی ارتباطه'' (شرح معانی الآثار ۳ ۲۷۳)

''اگر کہنے والا یہ کہے: نبی ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو نادان ہیں۔ تو اسے کہا جائے گا کہ اہل علم نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ گھوڑوں کو پالنے، ان کی پرورش کرنے اور انھیں چارہ ڈالنے کے متعلق اجر و ثواب کی بشارت مروی ہے، لیکن خچر کے متعلق ایسی کوئی چیز مروی نہیں۔ گھوڑوں کی باہم جفتی میں اجر ہے اور گدھے کی گھوڑے کے ساتھ جفتی میں کوئی اجر نہیں۔ اس طرح لوگ وہ چیز پیدا کرنا چھوڑ دیتے ہیں جس کی پرورش میں اجر ہے اور اس میں مشغول ہوتے ہیں جس کی پرورش میں کوئی اجر نہیں۔''

۳۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بنو ہاشم کے پاس گھوڑے بہت کم تھے، اس لیے آپ ﷺ نے یہ فرمایا تاکہ خچر کے مقابلے میں گھوڑے کی نسل پر توجہ دی جائے اور اس طرح ان کی افزایش ہو۔

طحاوی ''شرح معانی الآثار'' میں فرماتے ہیں:

''حدثنی عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال: ما اختصنا رسول اللہ ﷺ إلا بثلاث: أن لا نأکل الصدقة، وأن نسبغ الوضوء، وأن لا ننزي حمارا علی فرس، قال: فلقیت عبد اللہ بن الحسن، وهو یطوف بالبیت فحدثته فقال: صدق، کانت الخیل قلیلة فی بنی هاشم فأحب أن تکثر فیهم'' (مصدر سابق ۳ ۲۷۵)

''عبید اللہ بن عبد اللہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے تین باتیں خاص کر دی ہیں: ہم صدقہ نہ کھائیں، اچھی طرح وضو کریں اور گھوڑے اور گدھے میں جفتی نہ کرائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میری عبد اللہ بن حسن سے ملاقات ہوئی، جب آپ بیت اللہ کا طواف فرما رہے تھے۔ میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ بنو ہاشم میں گھوڑے بہت کم تھے۔ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ گھوڑے کی نسل بڑھے۔''

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فبین عبد اللہ بن الحسن بتفسیره هذا المعنی الذي له اختص رسول اللہ ﷺ بني هاشم أن لا ینزو حمار علی فرس، وأنه لم یکن للتحریم، وإنما کانت لعلة قلة الخیل، فإذا ارتفعت تلک العلة وکثرت الخیل فی أیدیهم، صاروا فی ذلک کغیرهم، وفی اختصاص النبی ﷺ إیاهم بالنهی عن ذلک دلیل علی إباحته إیاه لغیرهم۔'' (مصدر سابق)

''عبد اللہ بن حسن کی توجیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے اور گدھے کی جفتی کرانے کو حرام نہیں قرار دیا تھا، بلکہ گھوڑوں کی قلت کی وجہ سے یہ بات کہی تھی، پھر جب یہ علت دور ہوگئی تو اس سے کوئی چیز مانع نہ رہی۔ نیز یہ کہ اس عمل سے صرف بنو ہاشم کو روکا گیا ہے، یعنی دوسروں کے لیے یہ عمل مباح ہے۔''

شراب سے سرکہ بنانے اور اس کے کھانے سے متعلق تحقیق یہ ہے کہ بلاشک وشبہہ یہ حدیث: ''نعم الأدام الخل'' (سرکہ بہترین سالن ہے) صحیح ہے۔ اسے حضرت جابر بن عبد اللہ و عائشہ و ام ہانی اور ایمن رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ۲۰۵۲، سنن أبی داود ۳۸۲۰، سنن الترمذي ۱۸۴۰، سنن النسائی ۳۷۹۶، سنن ابن ماجہ ۳۳۱۶)

فحدیث جابر أخرجه الأئمة الستة إلا البخاري، وحدیث عائشة أخرجه الترمذي، وحدیث أم هانئ أخرجه الحاکم فی المستدرک، وحدیث أیمن أخرجه البیهقی فی شعب الإیمان، فمن شاء الاطلاع علی إسنادها وطرقها وألفاظ متونها فلیرجع إلی الکتب الصحاح ونصب الرایة للزیلعی، فإنه کتاب عدیم النظیر فی بابه۔ (نصب الرایة ۴ ۳۶۷)

''حضرت جابر کی روایت بخاری کے سوا ائمہ ستہ نے نقل کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ترمذی میں، ام ہانی کی حدیث مستدرک حاکم میں اور ایمن کی حدیث بیہقی کی شعب الایمان میں موجود ہے۔ ان کے اسانید و متون کی تحقیق کے لیے کتبِ حدیث اور نصب الرایۃ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ زیلعی کی ''نصب الرایۃ'' اس باب میں بے نظیر

كتاب ہے۔''

پھر شراب سے سرکہ بنانے کی ممانعت ثابت ہے۔

''عن أنس قال: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر تتخذ خلا، قال: لا'' رواہ مسلم والدارقطنی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۹۸۳، سنن الدارقطنی ۴ ۲۶۵)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب سے سرکہ بنانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ممانعت فرمائی۔ یہ روایت مسلم اور دارقطنی نے نقل کی ہے۔''

''وأخرج مسلم أیضا عن أنس: ''أن أبا طلحة سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن أیتام ورثوا خمرا؟ قال: أھرقھا، قال: فلا نجعلھا خلا؟ قال: لا'' (مسند أحمد ۱۱۹۳)

''مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے یتیموں کے متعلق پوچھا جنھیں شراب ورثہ میں ملی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب بہا دو۔ ابو طلحہ نے کہا: ہم اس سے سرکہ نہ بنالیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں''

وفی روایة الدارقطنی عن انس: ''أن یتیما کان فی حجر أبی طلحة فاشتری له خمرا فلما حرمت سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أتتخذ خلا؟ قال: لا'' انتھی (سنن الدارقطنی ۴ ۲۶۵)

''دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک یتیم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی تولیت میں تھا، انھوں نے اس کے لیے شراب خریدی۔ جب اس کی حرمت آگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس سے سرکہ بنالیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمادی۔ ختم شد۔''

زیلعی ''نصب الرایة'' میں کہتے ہیں:

''واستدلال الشافعیة علی منع تحلیل الخمر بما أخرجه مسلم عن أنس، قالوا: ولأن الصحابة أراقوھا حین نزلت آیة التحریم، کما ورد فی الصحیح، فلو جاز التحلیل لبینه علیه السلام کما نبه أھل الشاة المیتة علی دباغھا'' انتھی (نصب الرایة ۴ ۳۶۷)

''شافعیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے کہ شراب سے سرکہ بنانا منع ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آیتِ تحریم کے نزول کے بعد صحابہ کرام نے تمام شراب بہا دی، جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اگر شراب سے سرکے کی کشید گی جائز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بیان فرما دیتے، جس طرح مردہ بکری کے چمڑے کی دباغت کے متعلق آگاہ فرمایا۔ ختم شد۔''

لیکن ام سلمہ اور جابر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے خلاف ہیں:

فحدیث أم سلمة أخرجه الدارقطنی فی سننه: ''حدثنا أحمد بن محمد ابن زیاد القطان نا عبد الکریم بن الھیثم نا محمد بن عیسیٰ بن الطباع نا فرج بن فضالة عن یحییٰ بن سعید عن عمرة عن أم سلمة رضی اللہ عنھا قالت: کانت لنا شاة فماتت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما فعلت شاتکم؟ قلنا: ماتت، قال: أفلا انتفعتم بإھابھا؟ قلنا: إنھا میتة، قال: یحل دباغھا کما یحل خل الخمر، رواہ الدارقطنی، وحدیث جابر أخرجه البیھقی فی المعرفة، رواہ المغیرة بن زیاد عن أبی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: خیر خلکم خل خمرکم'' (سنن الدارقطنی ۴ ۲۶۶، معرفة السنن والآثار ۸ ۲۲۶)

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دارقطنی نے سنن میں روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک بکری تھی، وہ مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بکری کو کیا ہوا؟ ہم نے کہا: وہ تو مر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا چمڑا کیوں نہ نکال لیا؟ ہم نے کہا: حضور وہ تو مردہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دباغت کے بعد اس کے چمڑے کا استعمال جائز ہے، جس طرح شراب سے سرکہ بنانا جائز ہے۔ جابر کی حدیث بیہقی نے اپنی کتاب المعرفہ میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب سے کشید کردہ سرکہ سب سے اچھا سرکہ ہے۔''

ام سلمہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیثوں کے متعلق جواب دو طرح سے ہے ۔

اولاً تو یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں ۔ دار قطنی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :

''تفرد به فرج بن فضالة عن يحيىٰ، وهو ضعيف، يروي عن يحيىٰ بن سعيد أحاديث عدة، لايتابع عليها۔''

''اسے فرج بن فضالہ نے یحییٰ سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف راوی ہے ۔ اس نے یحییٰ بن سعید سے کئی ایسی حدیثیں روایت کی ہیں ، جن کی تائید و متابعت دوسرے راوی نہیں کرتے ۔''

بیہقی ''المعرفہ'' میں کہتے ہیں :

''تفرد به المغيرة بن زياد، وليس بالقوي، وأهل الحجاز يسمون خل العنب خل الخمر۔''

''یہ روایت صرف مغیرہ بن زیاد سے مروی ہے اور وہ قوی راوی نہیں ۔ نیز اہل حجاز انگور کے سرکے کو شراب کا سرکہ کہتے ہیں ۔''

ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض یہ حدیثیں صحیح مان لیں جائیں تو اس سے مراد وہ سرکہ ہوگا جو شراب میں کچھ ملاوٹ کے بغیر تیار ہو ۔ یعنی اگر اسے دھوپ سے ہٹا کر سائے میں رکھ دیا جائے یا سائے سے دھوپ میں رکھ دیا جائے اور وہ سرکہ بن جائے تو پاک ہے اور اس کا کھانا درست اور جائز ہے ، ورنہ جائز نہیں ۔ بیہقی کتاب ''المعرفۃ'' میں کہتے ہیں :

''وإن صح فهو محمول على ما إذا تخلل بنفسه، وعليه يحمل أيضاً حديث فرج بن فضالة۔'' انتهى (معرفة السنن والآثار ٨ ٢٢٦)

''اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ اس پر محمول ہے جب شراب خود سرکہ میں تبدیل ہو جائے ۔ فرج بن فضالہ کی حدیث بھی اسی پر محمول کی جائے گی ۔ ختم شد ۔''

امام نووی شرح صحیح مسلم میں کہتے ہیں :

''إن النبي ﷺ سئل عن الخمر تتخذ خلا؟ فقال : لا۔ هذا دليل الشافعي والجمهور أنه لايجوز تخليل الخمر، ولا تطهر بالتخليل، هذا إذا خللها بخبز أو بصل أو خميرة أو غير ذلك مما يلقى فيها فهي باقية على نجاستها، وينجس ما يلقى فيها، ولا يطهر هذا الخل بعده أبدا، لا بغسل ولا بغيره، أما إذا نقلت من الشمس إلى الظل أو من الظل إلى الشمس ففي طهارتها وجهان لأصحابنا، أصحهما تطهر، هذا الذي ذكر ناه من أنها لا تطهر إذا خللت بالقاء شيء فيها هو مذهب الشافعي وأحمد والجمهور، وقال الأوزاعي والليث وأبو حنيفة : تطهر، وعن مالك ثلاث روايات، أصحها عنه أن التخليل حرام، فلو خللها عصى، وطهرت، والثانية حرام، ولا تطهر، والثالثة حلال وتطهر، وأجمعوا أنها إذا انقلت بنفسها خلا طهرت۔'' انتهى (شرح صحيح مسلم للنووي ١٣ ١٥٢)

''نبی ﷺ سے شراب سے سرکہ کشید کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا ۔ شوافع اور جمہور کے نزدیک اسی دلیل کی بنا پر شراب میں پیاز ، روٹی اور خمیرہ وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانا جائز نہیں کہ اس سے شراب کی نجاست ختم نہیں ہوتی ۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس شراب یا اس طرح حاصل کردہ سرکہ میں ڈالی ہوئی چیز دھونے یا کسی اور طرح سے ہرگز پاک نہیں ہوتی ۔ ہاں اگر شراب کو دھوپ سے ہٹا کر سائے میں یا سائے سے ہٹا کر دھوپ میں رکھ دیا جائے اور اس طرح سرکہ بن جائے تو یہ صحیح قول کے مطابق پاک ہے ، البتہ اس میں کوئی چیز ڈال دی جائے تو پاک نہیں ہوتی ۔ شافعی ، احمد اور جمہور کا یہی مذہب ہے ۔ امام اوزاعی ، لیث اور ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ پاک ہے ۔ امام مالک سے تین روایتیں منقول ہیں ۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس طرح سرکہ بنانا ناجائز ہے اور اس کا مرتکب گنہگار ہوگا ، البتہ سرکہ پاک ہوگا ۔ دوسری روایت ہے کہ اس طرح سرکہ بنانا ناجائز ہے اور سرکہ بھی پاک نہیں رہتا ۔ ایک تیسری روایت یہ ہے کہ سرکہ بنانا بھی جائز ہے اور سرکہ بھی پاک ہے ۔ البتہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر شراب خود سے سرکہ بن جائے تو پاک ہے ۔ ختم شد ۔''

پس صحیح رائے امام شافعی ، احمد اور جمہور علما کی ہے کہ شراب سے خاص طور پر سرکہ بنانا ناجائز اور ممنوع ہے اور اس طرح کشید کردہ سرکہ پاک نہیں ہوتا ، البتہ اگر کسی چیز کی ملاوٹ

کے بغیر شراب خود سے سرکہ میں تبدیل ہو جائے تو پاک اور حلال ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ملاوٹ کے ساتھ سرکہ اتارنا ہی ناجائز ہو تو پھر اس کا استعمال کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ شراب کا سرکہ بھی سرکہ ہے، مگر شارع نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ اگر جائز ہوتا تو آپ ﷺ یتیموں کا مال ہرگز ضائع کر دینے کا حکم نہ دیتے، بلکہ یتیموں کو اس مال سے حلال طریقے سے فائدہ پہنچاتے۔ یہ بات ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے، جس کا فہم سلامت ہے۔

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا، اس کا خصی کرنا جائز نہیں اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا خصی نہ کرنا افضل ہے اور عزیمت کا یہی تقاضا ہے۔ ہاں خصی کرنا جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔

بعض علما جانوروں کے خصی کرنے کے حق میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جسے امام بخاری نے ''باب لا یؤخذ فی الصدقة هرمة، ولا ذات عوار، ولا تیس إلا ما شاء المصدق'' میں نقل کیا ہے:

''حدثنا محمد بن عبداللہ قال: حدثني أبي قال: حدثني ثمامة أن أنسا حدثه أن أبا بکر کتب له التي أمر اللہ و رسوله ﷺ: ولا یخرج فی الصدقة هرمة، ولا ذات عوار، ولا تیس إلا ما شاء المصدق'' وکذا أخرجه الإمام أحمد وأبو داود وغیرهما۔ (صحیح البخاري، رقم الحدیث ۱۳۸۷، مسند أحمد ۱ ۱۱، سنن أبي داود ۱۵۶۷)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں اللہ اور اس کے رسول کے احکام لکھ کر دیے ہیں، جن میں صدقے کا بیان تھا۔ لکھا تھا کہ صدقہ میں بہت بوڑھا یا عیب دار جانور اور سانڈ نہ لیا جائے الا یہ کہ صدقہ وصول کرنے والا اسے قبول کر لے۔ امام احمد اور ابو داود وغیرہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔''

ان کا کہنا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمانوں کو اچھی چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت دی ہے اور ان چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ عرب اور عجم کے لوگ اکثر اونٹ، گائے، بکروں اور بھیڑوں کے گوشت استعمال کرتے تھے، ان میں خصی کردہ جانوروں کے گوشت ان کے نزدیک زیادہ لذیذ اور مرغوب ہیں۔ نیز یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ غیر آختہ شدہ بکرے اور بھیڑ (بوتو اور سانڈ وغیرہ) کا گوشت بہت ہی بدبودار اور بدذائقہ ہوتا ہے۔ اس کی بو بھی ناقابل برداشت ہوتی ہے، نتیجتاً کھانے کے لیے اس کا استعمال مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ نے غیر خصی شدہ جانوروں کو زکات میں دینے سے ممانعت فرمائی ہے، اس لیے کہ اس کا گوشت خراب ہوتا ہے۔

چنانچہ قسطلانی ''ارشاد الساری شرح صحیح بخاری'' میں کہتے ہیں:

''ولا تیس۔ وهو فحل الغنم، أو مخصوص بالمعز، لقوله تعالی: وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ '' انتهی (إرشاد الساري للقسطلانی ۳ ۴۷)

''نہ ''تیس'' لیا جائے۔ ''تیس'' بھیڑوں کے نر کو کہتے ہیں، جو افزایش نسل کے لیے بکری سے مخصوص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق: خبیث چیزوں کا قصد نہ کرو، جنھیں تم دینا تو پسند کرتے ہو، لینا نہیں۔''

شیخ الاسلام دہلوی صحیح بخاری کی فارسی شرح میں لکھتے ہیں:

''نر بکرا جسے فارسی میں تکہ (اردو میں بوتو) کہتے ہیں صدقے میں نہ دیا جائے، کیونکہ اس کا گوشت بہت بدبودار ہوتا ہے اور خرابی سے پاک نہیں، البتہ افزایشِ نسل کے لیے یہ ضروری ہے۔'' ختم شد

''تیس تکة و تیوس أتیاس جماعة'' (منتهی الأرب، ص: ۲۰۰)

''تیس، بوتو کو کہتے ہیں۔ ''تیوس'' اور ''أتیاس'' اس کی جمع ہے۔''

حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں کہتے ہیں:

''التیس ھو فحل الغنم '' انتھی (فتح الباري ۳ ۳۲۱)

''التَیس : بھیڑ، بکری کے نر (بوتو) کو کہتے ہیں۔

اس کا اطلاق خصی شدہ بکرے اور دنبے پر نہیں ہوتا، بلکہ صرف غیر خصی شدہ کو 'تیس ' کہتے ہیں۔

'کما في الحدیث الطویل عن أنس مرفوعاً، وفیہ : ''فإذا بلغت ستا وأربعین، ففیھا حقۃ طروقۃ الفحل '' أخرجہ أبو داود وغیرہ بلفظ الفحل، وأما البخاري فبلفظ الجمل۔ (صحیح البخاري، رقم الحدیث ۱۳۸۲، سنن أبي داود، رقم الحدیث ۱۵۶۷)

''حضرت انس رضی اللہ سے مرفوعاً ایک حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ جب اونٹ کی تعداد چھیالیس تک پہنچ جائے تو اس کی زکات ایک حِقّہ (ایسی اونٹنی جو نر کی جفتی کے قابل ہو) ہے۔ اسے ابوداود وغیرہ نے لفظ ''الفحل '' کے ساتھ نقل کیا ہے، مگر بخاری نے لفظ ''الجمل '' کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے۔ ''

یہاں تک تو ان لوگوں کی دلیل کا ذکر ہوا جو خصی کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ مخالفین کا کہنا ہے کہ اس سے خصی کرنے کے جواز پر استدلال درست نہیں۔ اس لیے کہ 'تَیس 'کو زکات میں دینے کی ممانعت کا سبب اس کے گوشت کی خرابی نہیں، بلکہ تَیس دو سال کے نر جانور کو کہتے ہیں جو جفتی کے قابل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس سے افزایشِ نسل کا فائدہ عملاً ناممکن ہے اور زکات میں فائدہ مند چیز نکالنا لازم ہے، چاہے فائدہ دودھ کی شکل میں ہو یا نسل کی افزایش کی شکل میں، اور تَیس میں ان میں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

قاموس میں ہے :

''التَیس : الذکر من الظباء والمعز والوعول، إذا أتی علیہ سنۃ '' انتھی (القاموس المحیط، ص : ۶۸۹)

''یعنی ہرن، بھیڑ اور پہاڑی بکریوں کے نر کو تَیس کہتے ہیں جب وہ سال بھر کا ہو جائے۔ ''

''مصباح المنیر '' میں ہے :

''التَیس الذکر من المعز إذا أتی علیہ حول، وقبل الحول ھو جدي '' انتھی (المصباح المنیر للفیومی ۱ ۷۹)

''یعنی تَیس نر بھیڑ اور دنبے کو کہتے ہیں جب وہ سال بھر کا ہو جائے۔ سال سے چھوٹا ہو تو اسے ''جدی ''کہتے ہیں۔ ختم شد۔ ''

حافظ ابن حجر ''ھدي الساري مقدمۃ فتح الباري '' میں فرماتے ہیں :

'تَیس ھو الذکر الثنی من المعز الذي لم یبلغ حد الضراب '' انتھی (ھدي الساري ص : ۹۴)

'تَیس بھیڑ کے نر دو دانتے کو کہتے ہیں جو ابھی افزایشِ نسل کے قابل نہ ہو۔ ''

زرقانی شرح موطأ امام مالک میں فرماتے ہیں :

''ولا یخرج فی الصدقۃ تیس، ھو فحل الغنم، أو مخصوص بالمعز، لأنہ لا منفعۃ فیہ لدر ولا نسلٍ، وإنما یؤخذ فی الزکاۃ ما فیہ منفعۃ للنسل، قالہ الباجی '' انتھی (شرح الزرقانی ۲ ۱۵۵)

''یعنی جانوروں اور بھیڑوں کے نر کو تیس کہتے ہیں۔ چونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اس سے نہ دودھ حاصل ہوتا ہے اور نہ نسل کی افزایش ہوتی ہے، اس لیے اسے زکات میں دینے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ زکات صرف مفید چیز کی صورت میں نکالی جاتی ہے۔ یہ قول امام باجی کا ہے۔ ختم شد۔ ''

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ مقالات، وفتاویٰ

صفحہ نمبر 559

محدث فتویٰ